

## اسلام کا تصور انسان اور اس کی ذمہ داریاں ایک تحقیقی جائزہ

### Islamic Concept of Man and his Responsibilities

\*Tasmia kaukab

Allah Almighty has completed this world by the creation of human being. He Almighty has made the men superior than the other creation of all the world. By his creation Allah Almighty has designated some responsibilities to him as well. If He will fulfil these responsibilities and do right deed, Allah almighty will pleased by him and he will deserve the Heaven and if he will not fulfil his responsibilities which were designated by Allah almighty and will misconduct, then due to misconducting of his deeds he will go to Hell. By this article, I tried to describe the meaning of man and point out the process and stages of creation of human, his responsibilities and some hidden but bitter facts about human life. When a person accept and understand these facts, his life will be easy. In this research paper descriptive method of research has been adopted by researcher

**Key words:** Adam, responsibilities, creation, right deeds, stages of human creation.

تمہید: اللہ تبارک و تعالیٰ نے کائناتِ ارضی کی تکمیل تخلیقِ انسانی سے فرمائی۔ اور نسل انسانی کو پیدا کرنے کے بعد شتر بے مہار نہیں چھوڑ دیا بلکہ کچھ عہدے اور اہم ذمہ داریاں بھی سونپیں جن میں سے کچھ ذمہ داریوں کی حیثیت فرض کفایہ کی ہے اور کچھ فرض عین کی حیثیت رکھتی ہیں۔ پھر ان فرائض منصبی کو بجالانے یا نہ بجالانے پر حیات بعد الموت کے بعد جنت یا دوزخ کا مستحق قرار دیا۔ زیر نظر تحریر میں محقق نے انسان کا تعارف، تخلیقِ انسانی کے مختلف مراحل، انسان کی حیثیت و حقیقت اور اس کی ذمہ داریوں کو مستند مصادر و مراجع کی روشنی میں بیان کرنے کی ادسی کوشش کی ہے۔ تاکہ دور حاضر کے اس مادہ پرستی اور قربِ قیامت کے پُر فتن دور میں بھٹکاکھٹاکا انسان راہِ راست کی طرف پلٹ آئے اور اپنے اصلی اور حقیقی مقامِ جنت کا مستحق ٹھہرے۔

انسان کی لغوی تعریف

لفظ "انسان" عربی زبان کے لفظ "الانس" سے مشتق ہے جس کے لغوی معنی "آدمی" اور "بشر" کے ہیں۔ اسم "الانس" کے ساتھ "ان" زائد تان برائے مبالغہ لگانے سے "انسان" بنتا ہے۔<sup>1</sup> علامہ فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ لکھتے ہیں:

\* Ph.D Research scholar, The Islamia University of Bahawalpur

/Muallimah, Bait Ur Rahman Islamic Centre GSCWU, Bahawalpur. E.mail: [tasmia12sh@gmail.com](mailto:tasmia12sh@gmail.com)

<sup>1</sup>Abu 'Abdullah Muhammad bin abi bakr Zein al-Dīn al-Rāzī, Mukhtār al-Sihāḥ (Beirut: Maktabah al-'asriyyah, 1420A.H), 50.

"بشر" "انسان" کو کہتے ہیں۔ "بشر" کا لغوی معنی انسان کی ظاہری کھال ہے اور جلد کو جلد سے ملانا "مباشرت" ہے اور "بشارت" اور "بشری" کا معنی خوشخبری دینا ہے۔<sup>2</sup>

لفظ "انسان" "انسیان" کا اسم تصغیر ہے۔ حضرت ابن عباس اس کی توجیہ یہ بیان کرتے ہیں: "کہ انسان کو اس لئے انسان کا نام دیا گیا ہے کہ اس کے ذمہ ایک کام لگایا گیا تھا تو وہ اسے بھول گیا۔"<sup>3</sup>

ابن عساکر نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا: "اللہ نے آدم علیہ السلام کو بروز جمعہ بعد از عصر سطح زمین سے پیدا کیا اور اس کا نام آدم رکھا، بعد ازاں ان سے عہد لیا، جب وہ اپنے اس عہد بھول گئے تو اسے انسان کا نام دیا۔"<sup>4</sup> "الانسیس" کا لفظی مطلب انس کرنے والا ہے یعنی ہر وہ چیز جس سے "انسیت" یعنی محبت ہو جائے۔"<sup>5</sup>

### تخلیق انسانی از روئے قرآن و سنت

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی بناوٹ، اس کائنات ارضی میں اس کی آمد اور پیدائش کے بارے میں کئی جگہوں پر ذکر کیا ہے۔ ان سب دلائل کے مطالعے سے انسانی تخلیق کے درج ذیل تین مراحل سمجھ میں آتے ہیں۔ لہذا ذیل میں انھیں تین عنوانات کی روشنی میں تخلیق انسانی کو موضوع بحث بنائیں گے۔

1- مراحل تخلیق حضرت آدم علیہ السلام 2- مراحل تخلیق ابن آدم 3- عالم ارواح میں تخلیق روح انسانی

#### 1- حضرت آدم کی تخلیق کے مراحل

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ - فَاِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ۔"<sup>6</sup>

"جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں گیلی مٹی سے بشر بنانے والا ہوں تو جب میں اس کا پتلا بنا لوں اور اس میں اپنی طرف سے (خاص) روح پھونک دوں تو تم سب اس کو سجدہ کرنا۔"

درج بالا آیات میں خالق کائنات نے تخلیق آدم علیہ السلام کا ذکر کر کے اسے افضل المخلوقات ثابت کیا ہے۔ اکثر مفسرین عطا م نے ان آیت قرآنی کی تفسیر میں درج ذیل احادیث پیش کی ہیں۔

<sup>2</sup> Muhammad bin Ya'qūb Ferūz ābādī, Al-Qāmūs al-Muḥīt (Beirut: Mu'assissat al-risālah lil taba'ah, 1426 A.H), 1:698.

<sup>3</sup>Abu 'Abdullah Muhammad bin abi bakr Zein al-Dīn al-rāzī, Mukhtār al-Siḥāḥ, 50.

<sup>4</sup>Jalāl al-Dīn 'Abd al-Raḥmān bin abī bakr Suyūṭī, Durr e Manthūr (Karāchi: Dār al-Ishā'at, 2012 A.D), 1:148.

<sup>5</sup>Abu 'Abdullah Muhammad bin abi bakr Zein al-Dīn al-rāzī, Mukhtār al-Siḥāḥ, 50.

<sup>6</sup>Sād:71,72.

امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

"ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے آدم کو ایک مشت خاک سے پیدا کیا جو تمام روئے زمین سے لی تھی، یہی باعث ہے کہ فرزندِ آدم میں اسی خاک کا اندازہ قائم رہا کہ ان میں سرخ بھی ہیں، سفید بھی ہیں، سیاہ بھی ہیں، درمیانی رنگ کے بھی ہیں، سہل بھی ہیں، حزن بھی ہیں، خبیث بھی ہیں اور طیب بھی ہیں۔"<sup>7</sup>

مطلب مٹی سے پیدا ہونے والے اس انسان کی شکل و صورت اور عادات و سیرت کا انحصار اس مٹی کی ایک مٹھی پر ہے جس سے اس کو پیدا کیا گیا۔

اکثر محدثین، مؤرخین اور مفسرین نے ابن عباسؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "حضرت آدم علیہ السلام" کو "آدم" اس لیے کہا گیا ہے کہ ان کو (ادیم ارض) سطح زمین کی سرخ سفید اور سیاہ مٹی سے بنایا گیا ہے۔"<sup>8</sup>

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا پھر اس کو کچھڑ (گیلی مٹی) بنادیا، پھر اس کو چھوڑ دیا، حتیٰ کہ سیاہ رنگ کا گارا ہو گئی پھر اس سے آدم علیہ السلام کا پتلا بنایا اور ان کی شکل بنائی، پھر اس کو چھوڑ دیا حتیٰ کہ وہ خشک ہو کر بجنے والی مٹی کی طرح ہو گیا۔ ابلیس اس پتلے کے پاس سے گزر کر کہتا تھا کہ یہ کسی بڑے مقصد کے لیے بنایا گیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس مٹی لے پتلے میں اپنی پسندیدہ روح پھونک دی، اس روح کا اثر سب سے پہلے ان کی آنکھوں اور نختوں میں ظاہر ہوا، ان کو چھینک آئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو الحمد للہ کہنے کا القاء کیا۔ انہوں نے الحمد للہ کہا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا یرحمک اللہ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم علیہ السلام اس گروہ کے پاس جاؤ اور ان سے بات کرو دیکھو یہ کیا کہتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام ان فرشتوں کے پاس گئے اور کہا السلام علیکم۔ انہوں نے کہا وعلیک السلام۔ پھر آدم علیہ السلام اللہ کے پاس گئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، انہوں نے کیا کہا حالانکہ اللہ کو خوب علم ہے حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: اے رب میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے کہا وعلیک السلام۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے آدم علیہ السلام یہ تمہارا اور تمہاری اولاد کے سلام کا طریقہ ہے۔"<sup>9</sup> حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

"سب سے پہلے آدم علیہ السلام کی آنکھ اور ناک کے نختوں میں جان پڑی۔ جب سارے جسم میں روح پھیل گئی تو آدم علیہ السلام کو چھینک آئی۔ اسی موقع پر اللہ نے اپنی حمد بیان کرنے کا حکم دیا۔ تو آدمؑ نے اللہ کی حمد بیان کی۔ اور جواباً اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "رحمک ربک" پھر فرمایا یہ جو لوگ سامنے ہیں انہیں قریب جا کر "سلام علیک" کہہ پھر دیکھ تجھے کیا جواب دیتے ہیں! آدمؑ سلام کر کے واپس آئے تو باوجود

<sup>7</sup> Abu 'Abdullah Muhammad bin Sa'd, Tabqāt ibn e Sa'd (Karachi: Nafis Academy, S.N), 1:45.

<sup>8</sup> Jalāl al-Dīn 'Abd al-Rahmān bin abī bakr Suyūṭī, Durr e Manthūr (Irān: āyat allah al-'azmī, S.N), 1:49.

<sup>9</sup> Jalāl al-Dīn 'Abd al-Rahmān bin abī bakr Suyūṭī, Durr e Manthūr, 1:48.

اس کے کہ اللہ ان کے اس عمل سے خوب آگاہ تھا، مگر پھر بھی اس نے پوچھا: انھوں نے تجھے کیا جواب دیا؟ آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ انھوں نے مجھے "وَعَلَيْكُمْ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ" کہہ کر جواب دیا ہے، فرمایا: یہ تیرا اور تیری اولاد کا سلام ہے۔<sup>10</sup>

الغرض اللہ تعالیٰ نے پہلے مٹی سے آدم علیہ السلام کا پتلا بنایا پھر اس میں روح پھونکی۔ حتیٰ کہ گوشت پوست کا جیتا جاگتا انسان بن گیا۔

### مراحل تخلیق ابن آدم

شکم مادر میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کیسے فرمائی ہے اور انسانی جسم کن مراحل سے گزر کر ایک جیتا جاگتا خوبصورت انسان کی شکل میں کیسے تبدیل ہوتا ہے، اس کی تفصیل سورۃ المؤمنون میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے:

"وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سَلَالَةٍ مِنْ طِينٍ - ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَكِينٍ - ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ" <sup>11</sup>

"ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے بنایا پھر اسے ایک محفوظ جگہ میں نطفے میں تبدیل کیا پھر اس نطفہ کو

لو تھڑے میں بدل دیا پھر اس لو تھڑے کو بوٹی بنا دیا پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا پھر اسے

ایک دوسری ہی مخلوق بنا کر کھڑا کر دیا۔ بس بہت ہی با برکت ہے سب تخلیق کاروں سے اچھا تخلیق کار۔"

اس سے ثابت ہے کہ مصور نے شاہکار کو تخلیق کیا۔ لہذا شاہکار میں نقص یا عیب نکالنا، اس کی شکل و صورت پر تنقید کرنا جائز نہیں،

کیونکہ اس کا مصور کوئی اور نہیں بلکہ خالق کائنات خود ہے۔

ان آیات میں انسانی تخلیق کے جو مراحل بیان ہوئے ہیں۔ حدیث میں بھی اس کی وضاحت کچھ اس طرح ملتی ہے۔

"عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ " إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا، ثُمَّ يَكُونُ فِي ذَلِكَ عَلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يَكُونُ فِي ذَلِكَ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يُرْسَلُ الْمَلَكُ فَيَنْفُخُ فِيهِ الرُّوحَ" <sup>12</sup>

"حضرت عبداللہ ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اور آپ ﷺ صادق و مصدوق ہیں۔ بے شک تم میں سے

کسی ایک کی خلقت کو اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک رکھا جاتا ہے۔ پھر چالیس دن تک وہ جما ہوا خون ہوتا ہے پھر چالیس دن میں

وہ گوشت بن جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ فرشتہ بھیجتا ہے جو اس میں روح پھونک دیتا ہے۔"

<sup>10</sup>Ibn Sa'd, Tabqāt ibn e Sa'd, 1:50.

<sup>11</sup>Al-Mu'minūn: 12-14.

<sup>12</sup> Muslim bin ḥajjāj al-Qusheirī, Al-Musnad al-Sahīḥ al-Mukhtasar (Beirut: Dār aḥyā' al-Turāth al-'arbī, S.N), 4:2036.

### تخلیق روح انسانی اور عالم ارواح

انسانی روح کی تخلیق عالم ارواح میں لفظ کُن سے ہوئی۔ جب خالق ارواح نے لفظ کُن کہا تو تمام روحوں کی تخلیق ہوئی اور اسی عالم میں "عہد الست" ہوا اور تمام روحوں سے اللہ نے سوال کیا "الست بربکم" یعنی کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں جس پر تمام روحوں نے "بلی" کہہ کر اللہ تبارک و تعالیٰ کے رب ہونے کا اقرار کیا اس سے پتہ چلتا ہے کہ روح کی تخلیق جسم کی تخلیق سے پہلے ہوئی ہے اور اس پر دلیل یہ حدیث بھی ہے۔

"عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "الْأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا انْتَلَفَ، وَمَا تَنَافَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ"۔<sup>13</sup>

"حضرت عائشہ صدیقہ بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اُرُوْحیں مجتمع لشکر ہیں، جو ان میں سے ایک دوسرے سے متعارف ہوتی ہیں وہ ایک دوسرے سے الفت رکھتی ہیں اور جو ایک دوسرے سے نا آشنا ہوتی ہیں وہ آپس میں اختلاف کرتی ہیں۔"

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں :

"يُرَادُ الْإِخْبَارُ عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ فِي حَالِ الْغَيْبِ عَلَى مَا جَاءَ أَنَّ الْأَرْوَاحَ خُلِقَتْ قَبْلَ الْأَجْسَامِ وَكَانَتْ تَلْتَقِي فَتَنْشَاءُ فَلََمَّا حَلَّتْ بِالْأَجْسَامِ تَعَارَفَتْ بِالْأَمْرِ الْأَوَّلِ فَصَارَ تَعَارُفُهَا وَتَنَافَرُهَا عَلَى مَا سَبَقَ مِنَ الْعَهْدِ الْمُتَقَدِّمِ وَقَالَ غَيْرُهُ الْمُرَادُ أَنَّ الْأَرْوَاحَ أَوَّلُ مَا خُلِقَتْ خُلِقَتْ عَلَى قِسْمَيْنِ وَمَعْنَى تَفَافُلِهَا أَنَّ الْأَجْسَادَ الَّتِي فِيهَا الْأَرْوَاحُ إِذَا التَّقَتْ فِي الدُّنْيَا انْتَلَفَتْ أَوْ اخْتَلَفَتْ عَلَى حَسَبِ مَا خُلِقَتْ عَلَيْهِ الْأَرْوَاحُ فِي الدُّنْيَا إِلَى غَيْرِ ذَلِكَ بِالتَّعَارُفِ"۔<sup>14</sup>

"اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اس کا مقصد ابتداء خلقت کی خبر دینا ہو جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ ارواح کو اجسام سے پہلے پیدا کیا گیا ہے اور جب ارواح کا اجسام میں حلول ہوا تو ان ارواح کی آپس میں شناسائی یا عدم شناسائی عالم ارواح کے لحاظ سے ہوئی۔ و حین جب دنیا میں ایک دوسرے سے ملتی ہیں تو ان کا ایک دوسرے سے اتفاق یا اختلاف بھی اسی سابقہ شناسائی یا عدم شناسائی کی بنیاد پر ہوتا ہے۔"

امام جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) نے بھی اس حوالے سے حدیث پیش کی ہے :  
"اللہ تعالیٰ نے ارواح کو اجسام سے پہلے پیدا کیا ہے"۔<sup>15</sup>

علامہ بدرالدین عینی حنفی (متوفی ۸۵۵ھ) نے بھی یہی موقف اختیار کیا ہے کہ روحوں کو اجسام سے پہلے پیدا کیا گیا ہے اور یہ بھی کہ اجسام کے ختم ہونے کے بعد بھی روحوں باقی رہتی ہیں۔ اس کی تائید میں یہ حدیث نقل کی ہے:

<sup>13</sup> Abu 'Abdullah Muhammad bib Ismā'il, Al-Jāmi' al-Sahīh (Eygept: Dār tawq al-nijāt, 1422 A.H), 4:133.

<sup>14</sup> Aḥmad bin 'Alī bin ḥajar 'Asqalānī, Fath al-Bārī (Lahore: Dār Nashr al-kutub al-Islāmiyyah, 1981 A.D), 6:369.

<sup>15</sup> Jalāl al-Dīn 'Abd al-Raḥmān bin abī bakr Suyūṭī, Al-ḥāwī Lil Fatāwī (Eygept: Matba' al-sa'adat, 1378 A.H), 1:572.

"كَانَتْ قَالِ أَذْوَاحُ الشُّهَدَاءِ إِلَى أَجْوَافِ طَبْرِ خَضِرٍ۔"<sup>16</sup>

"شہداء کی رُو حیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں رہتی ہیں۔"

### تخلیق انسانی کا مقصد

جب ایک مناسب سوجھ بوجھ والا انسان کوئی کام شروع کرتا ہے تو اُس کے پیش نظر کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہوتا ہے جس کی تکمیل کے لیے وہ رات دن کوشش کرتا ہے، اپنی تمام تر توانائیاں صرف کرتا ہے اور اُن مقاصد کے حصول میں حائل تمام رکاوٹوں کو عبور کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں درپیش مسائل و مصائب کو حوصلے سے برداشت کر لیتا ہے؛ لیکن اپنے مقصد اور مشن سے پیچھے نہیں ہٹتا اور نہ ہی لا یعنی اور بیکار اشیاء میں اپنا وقت ضائع کرتا ہے، یہ تو ایک انسان کی بات ہے۔ تو کیا ہم نے کبھی خالق انسان کے بارے میں سوچا کہ اس نے انسان کی یہ حیرت انگیز جسمانی ساخت، دماغ، معدہ کا پیچیدہ نظام، آنکھ، کان، ناک، ہونٹ، زبان اور دیگر اعضاء کی مناسب تخلیق کیسے اور کیوں کر کی ہوگی؟ کیا یہ سارا نظام یوں ہی بے مقصد اور خود بخود وجود میں آگیا؟ کیا اس کے پیچھے کسی بڑی قدرت کا ہاتھ محسوس نہیں ہوتا؟ کیا اللہ تعالیٰ نے اس کو بغیر کسی ذمہ داری اور بغیر کسی مقصد کے پیدا کیا؟ یا اس کا بھی کوئی مقصد ہے؟ اس کا جواب بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی متعدد آیات میں بیان کیا ہے کہ انسان کی تخلیق اور اسے زمین پر تمکنت دینا بے مقصد نہیں ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ۔"<sup>17</sup>

"کیا تم نے یہ گمان کر لیا کہ ہم نے تمہیں بے کار پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے؟۔"

یعنی اے انسانوں! تم دنیا کی خوبصورتی، رعنائیوں اور رنگینیوں میں مگن ہو کر یہ نتیجہ نکال بیٹھے ہو کہ ان رنگینیوں سے لطف اندوز ہونا ہی تمہارا کل مقصد حیات ہے۔ اور تم ہمارے پاس واپس نہیں آؤ گے؟ نہیں، نہیں ہر گز نہیں، اس زندگی کو دوام ہر گز حاصل نہیں ہے۔ اور ہم نے تمہیں محض کھیل تماشے کے لئے پیدا نہیں کیا بلکہ اسکی حقیقت کچھ اور ہے جس کو تم نہ صرف نظر انداز کئے ہوئے ہو بلکہ غفلت کی تاریکی میں ڈوب چکے ہو۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خالق کائنات نے اس خوبصورت مخلوق کو لا یعنی اور بے مقصد پیدا کر دیا ہو!

اگر کوئی یہ سوچتا ہے کہ حضرت انسان کو اس دنیا میں صرف گزر بسر کرنے، سامان دنیا سے تمتع حاصل کرنے یا کھیل کود کے لیے پیدا کیا ہے تو یہ کام تو اس کائنات کی دیگر مخلوق بخوبی ادا کر رہی ہے۔ حضرت انسان کی تخلیق پھرچہ معنی دارد؟ جس کے لیے یہ پوری کائنات مسخر کی گئی ہے آخر کوئی مقصد تو ہو گا۔ جس کی وضاحت اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کی اس آیت مبارکہ میں خود بیان فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ۔"<sup>18</sup>

<sup>16</sup>Abū Muḥammad Mahmūd bin aḥmad bin Mūsā Badar al-Dīn al-‘einī, ‘Umdat al-Qārī (Eygept: Idārat al-tabā‘ah, S.N), 15:216.

<sup>17</sup> Al-Mu‘minūn: 115.

<sup>18</sup>Al-Zāriyāt: 56.

"اور میں نے انسانوں اور جنات کو اپنی عبادت کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے تخلیق نہیں کیا۔" اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں تخلیق انسانی کا مقصد عبادت الہی کو قرار دیا۔ اور اس آیت مبارکہ میں "عبادت" سے مراد اللہ تبارک و تعالیٰ کی معرفت و پہچان ہے۔<sup>19</sup>

بندگی کا صحیح مفہوم:

عام طور پر "عبادت" سے مراد پرستش، پوجا اور چند خاص آداب بجالانا سمجھا جاتا ہے۔ یعنی تسبیح پکڑ کر مصلے پر بیٹھ جانا عبادت ہے۔ یا راہبانہ طرز زندگی عبادت ہے۔ اس کام کے لئے تو فرشتے، چرند پرند، اور شجر و حجر ہی کافی تھے۔ تو عبادت کا یہ نام نہاد مفہوم نامکمل اور ادھورا ہے۔ عبادت اور بندگی کا جامع و مانع مفہوم خالق کائنات کے آگے سر تسلیم خم کرنا ہے۔ انسان کی اپنی مرضی اور منشا نہیں رہتی بلکہ اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی کے تابع کر دینے کا نام عبودیت ہے۔ اپنی زندگی کے تمام تر معاملات میں اللہ کی نازل کردہ کتاب قرآن سے رہنمائی حاصل کرنا، سیاست، معیشت اور معاشرت کے اصول قرآن و سنت کے مطابق بنانا اور انفرادی و اجتماعی فیصلے کتاب اللہ کے مطابق کرنا ہی تخلیق انسانیت کا مقصد ہے۔ قرآن و سنت کے برخلاف فیصلے کرنے والوں کے لیے خالق انسان کا فتویٰ ہے جو قرآن میں تین مقامات پر صادر ہوا ہے:

وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ<sup>20</sup>

اور جو اللہ کی نازل کردہ کتاب قرآن کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی لوگ کافر ہیں۔

اس کے برعکس انسان کا مقصد تخلیق بھی واضح طور پر قرآن میں بیان کر دیا گیا ہے۔ سورہ ملک میں موت و حیات کی تخلیق کا مقصد انسانی اعمال کی جانچ بیان کیا گیا ہے۔ گویا اصل چیز حسن عمل ہے جس کی جانچ کے لیے یہ کائنات تخلیق ہوئی، انسان کو پیدا کیا گیا اور موت و حیات کا سلسلہ شروع کیا گیا۔

"الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيزُ الْعَفُورُ"<sup>21</sup>

"اس نے دنیا میں موت و حیات کا سلسلہ اس لیے قائم کیا تاکہ وہ تم انسانوں کو پرکھ سکے کہ تم میں سے کون اپنے رب کی بہترین بندگی کرتا ہے۔"

اسی حقیقت کو صوفیاء نے اس انداز سے بیان کیا ہے کہ کائنات کی ہر شے کو اللہ نے انسان کے لیے تخلیق کیا ہے جبکہ خود انسان کو اپنے لیے پیدا کیا ہے۔

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو      ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرو بیاں

<sup>19</sup> 'Alī bin Muḥammad Al-Mullā al-Qārī, Al-Asrar al-Marfū'ah fi al-akhbār al-mawḍū'ah al-ma'rūf bil mawḍū'āt al-kubrā (Beirut: Dār al-kutub al-'Ilmiyyah, 1405 A.H), 179.

<sup>20</sup> Al-Mā'idah: 44.

<sup>21</sup> Al-Mulk: 2.

## 1- نفاذِ دین کی کوشش

جب انسان کے دل و دماغ میں اللہ کی معرفت کا نور سرایت کر جاتا ہے اور اس کے ظاہری اعمال شریعت و سنت محمدی ﷺ سے آراستہ و مزین ہو جاتے ہیں تو اس پہ یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ تمام عالم انسانیت تک پیغام اسلام پہنچائے اس ضمن میں قرآنی آیہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہو یا حدیث مبارکہ یَلْعَوْا عَنِّي وَلَوْ آيَةً ہو یا خطبہ حجۃ الوداع لبیلغ الشاهد منکم الغائب ہونہ صرف یہ کہ دین کا پیغام پہنچانا ہے بلکہ نفاذِ دین کا فریضہ بھی ادا کرنا ہے۔ جس کے لیے قرآنی آیہ واضح طور پر رہنمائی کرتی نظر آتی ہے:

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا<sup>22</sup>

حضرت محمد ﷺ نے اپنے جان نثار ساتھیوں رضوان اللہ اجمعین کو عملی طور پر نفاذِ دین کے لیے تیار کیا۔ مکہ میں آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کے عقائد کی پختگی پر زور دیا اور باذن اللہ ان کا تزکیہ نفس فرمایا۔ جب ان کے دل و دماغ اللہ کی معرفت سے روشن ہو گئے تو آپ ﷺ نے مدینہ میں ایک ریاست کی بنیاد رکھی اور اپنے جان نثاروں کو معاشرہ میں عملی طور پر متحرک کر دیا اور ادا کرنے کا حکم دیا تاکہ معاشرہ میں صنت اللہ کا رنگ غالب آجائے۔ اور معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بن جائے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی اہمیت کا اندازہ ان احادیث مبارکہ سے ہوتا ہے۔

جامع ترمذی کی روایت ہے:

"عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ أَنَّهُ قَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّكُمْ تَقْرَءُونَ هَذِهِ الْآيَةَ: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ"<sup>23</sup> وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوْا الظَّالِمَ فَلَمْ يَأْخُذُوا عَلَى يَدَيْهِ أَوْشَكَ أَنْ يَعْمَهُمُ اللَّهُ بِعِقَابٍ مِنْهُ."<sup>24</sup>

"حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اللہ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: اے لوگو! تم یہ آیت تلاوت کرتے ہو اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو جب تم ہدایت پر ہو تو کسی گمراہی سے تمہیں کوئی ضرر نہیں ہو گا۔ اور تم اس آیت سے غلط مطلب نکالتے ہو اور ہم نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا، جب لوگ ظالم کو دیکھیں اور اس کے ہاتھوں کو نہ پکڑیں تو اللہ ان سب پر عذاب لے آئے گا۔ اور بیشم کی روایت میں ہے، جس کسی قوم میں گناہوں پر عمل کیا جاتا ہے اور وہ ان گناہوں کو مٹانے پر قادر ہو پھر نہ مٹائیں تو عنقریب اللہ ان سب پر عذاب لے آئے گا۔"

بحیثیت انسان جہاں ہر فرد کی نہ صرف اپنی اصلاح ضروری ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کا تابع ہو، وہیں یہ بھی ضروری ہے کہ وہ معاشرے میں اسلامی قانون کو رائج کرنے کے لیے عملاً کوشش کرے تاکہ معاشرے میں عدل و انصاف کا بول بالا ہو سکے۔ الغرض یہی انسان کا مقصد تخلیق ہے اور اسی میں اظہارِ بندگی ہے۔

<sup>22</sup> Al-fatah: 48.

<sup>23</sup> Al-Mā'idah: 105.

<sup>24</sup> Muḥammad bin 'isā Tirmazī, Al-Sunan al-Tirmazī (Eygept: Maktabah Mustafā al-bābī, S.N) 4:467.



## 2- تکریم انسانیت

یہ فضیلت صرف انسان کو ہی حاصل ہے کائنات کی اربوں کھربوں مخلوقات میں سے صرف انسان کو ہی اللہ تعالیٰ نے اس فضل و تکریم کے لئے منتخب کیا ہے اللہ تعالیٰ سورۃ اسراء میں فرماتا ہے:

"وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا"<sup>25</sup>  
 "اور یقیناً ہم نے اولادِ آدم کو بڑی عزت دی اور انہیں خشکی و تری کی سواریاں دیں اور انہیں پاکیزہ چیزوں کی روزیاں دیں اور اپنی بہت سی مخلوق پر انہیں فضیلت عطا فرمائی۔"

یعنی یہ حقیقت اٹھراٹھ من الشمس ہے کہ انسان کو زمین اور اسکی نعمتوں پر اقتدار کسی اور نے نہیں دیا یقیناً یہ اللہ کا دیا ہوا ہے اور اس کا خصوصی کرم اور مہربانی ہے پھر اس سے بڑھ کر سفاہت و جہالت اور کیا ہو سکتی ہے کہ انسان اس عالی مرتبہ پر فائز ہو کر اللہ کی بجائے اسکی مخلوق کے آگے سر جھکائے۔ غیر اللہ کے گن گائے۔ اور اپنے دل میں غیر اللہ کا ڈرو تقویٰ رکھے۔ (اعاذنا اللہ منها)

بنی آدم کو یہ فضیلت انسان ہونے کے ناطے ملی، ناکہ اس کے دنیاوی مقام و مرتبہ کی بناء پر۔ لیکن افسوس! آج ہم انسانیت کو بالکل بھول چکے ہیں، قابلِ تکریم انسان کو نہیں بلکہ اسکے عہدے، مقام، مرتبہ اور دنیاوی جاہ و حشمت کو سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اگر عہدِ رسالت کی طرف جھانک کر دیکھیں تو معاملہ اس کے برعکس ہے۔ جب اللہ کے رسول ﷺ ایک نابینا صحابی رضی اللہ عنہ سے حکمتاً صوفِ نظر فرماتے ہیں تو بارگاہِ الہی سے آپ کو تنبیہ کی جاتی ہے:

"عَبَسَ وَتَوَلَّى - اَنْ جَاءَهُ الْاَعْمَى - وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهٗ يَزْكٰى - اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرُ - اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى - فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدَّقٰى - وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزْكٰى - وَاَمَّا مَنْ جَاءَكَ يَسْعٰى - وَهُوَ يَخْشٰى - فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهٰى - كَلَّا اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ - فَمَنْ شَاءَ ذَكَّرْهُ"<sup>26</sup>  
 "تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا، اس پر کہ اس کے پاس وہ نابینا حاضر ہوا۔ اور تمہیں کیا معلوم شاید وہ ستھرا ہو۔ یا نصیحت سننا اور اسے نصیحت فائدہ پہنچاتی۔ جو بے پروائی کرتا ہے اس کی طرف تو پوری توجہ کرتا ہے۔ حالانکہ اس کے نہ سنورنے سے تیرا کوئی نقصان نہیں۔ اور جو شخص تیرے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے، اور وہ ڈر بھی رہا ہے۔ تو اُس سے بے رخی برتا ہے۔ یہ ٹھیک نہیں، قرآن تو نصیحت کی چیز ہے۔ جو چاہے اس کو یاد کر لے۔"

عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ایک نابینا صحابی تھے، ایک دن رسول خدا ﷺ مکہ کے سرداروں کے ساتھ بیٹھے انھیں دعوت دیں دے رہے تھے جب عبداللہ بن ام مکتوم وہاں آئے اور دین سے متعلق کوئی سوال کیا۔ آپ ﷺ کو ذرا ناگوار گزرا کہ اس وقت عبداللہ نہ آتے ان سرداروں کو تو بات نہ سننے کا بہانا چاہئے۔ لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ کو آپ ﷺ کا یہ انداز اچھا نہ لگا اور قرآن کی درج بالا آیات نازل فرمادیں۔

<sup>25</sup> Banī Isrā'īl: 70.

<sup>26</sup> Al- 'abasa: 1-11.

### 3۔ خلیفہ اللہ کا منصب

اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو اپنی خلافت اور نیابت کے لئے باقی مخلوقات پر فوقیت دیتے ہوئے چنا ہے۔ قرآن حکیم میں متفرق مقامات پر اس بات کا ذکر موجود ہے۔ جن میں سے چند آیات یہ ہیں۔

"وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ" <sup>27</sup>

"پھر ذرا اس وقت کا تصور کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا، کیا آپ زمین میں کسی ایسے کو مقرر کرنے والے ہیں جو اس کے انتظام کو بگاڑ دے گا اور خونریزیوں کرے گا جب کہ ہم آپ کی حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح اور تقدیس تو کر ہی رہے ہیں۔ فرمایا میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔"

بعض اہل علم نے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے خلافت کی تعریف یہ کی ہے۔

"خلیفہ اسے کہتے ہیں جو کسی کے ملک میں اس کے تفویض کردہ اختیارات کو اس کے نائب کی حیثیت سے استعمال کرے اور اس کی منشاء کو ٹھیک ٹھیک پورا کرے۔ اللہ رب العزت نے انسان کو یہ اعلیٰ اور ارفع مقام اس لیے عطا فرمایا ہے تاکہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کو بجالاتے ہوئے اسلامی نظام کو نافذ کرے اور نظام عدل و انصاف قائم کرے۔" <sup>28</sup>

تو ثابت ہوا کہ انسان کی بحیثیت خلیفۃ اللہ ذمہ داری اللہ کے قوانین کا نفاذ ہے تاکہ اللہ کے قوانین کو اپنی مرضی کے تحت توڑنا مروڑنا۔ اور اس میں بیوند کاری کرنا۔

### 4۔ انسان بحیثیت احسن تقویم

اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

"لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ" <sup>29</sup>

"بے شک ہم نے انسان کو سب سے اچھی ساخت اور بیت پر پیدا کیا ہے۔"

جب اللہ تعالیٰ خود انسان کی ساخت کی تعریف کر رہا ہے تو اس صورت میں ایک انسان کو کہاں یہ بات زیب دیتی ہے کہ وہ اپنے جیسے دوسرے انسانوں کی ساخت و ہیئت میں نقص اور عیب نکالتے پھریں اور خوش شکل یا بد شکل کی تقسیم کرتے پھریں۔

اس سورۃ مبارکہ کی ابتداء میں اللہ نے تین قسمیں کھا کر جواب قسم میں یہ فرمایا کہ "بے شک ہم نے انسان کو سب سے اچھی ساخت اور بیت پر پیدا کیا ہے۔" اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر ارضی مخلوق کو اس طرح تخلیق کیا ہے کہ اس کا منہ نیچے کی طرف جھکا ہوا ہے صرف اور

<sup>27</sup> Al-Baqarah: 30.

<sup>28</sup> Mawdūdī, Tafhīm al-Qur'ān,

<sup>29</sup> Al-Tin: 4.

صرف انسان کو طویل القامت، سیدھا بنایا ہے جو کہ اپنے ہاتھوں سے کھاتا اور پیتا ہے۔ پھر اس کے تمام اعضاء کو انتہائی تناسب سے بنایا انسان میں جانوروں اور دیگر مخلوقات کی طرح بے ڈھنگا پن نہیں ہے۔ جو اعضاء دو دو ہیں ان میں مناسب فاصلہ کا ہونا، گرمی سردی سے بچنے کے لئے لباس پہننے کا شعور، ستر کو ڈھکانے کا احساس، پھر اس میں عقل و شعور، فہم و تدبر اور سماعت و بصارت کی قوت و دیعت کرنا، جو کہ درحقیقت اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذاتی صفات ہیں گویا اس نقطہ نظر سے انسان اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفات کا مظہر اور اس کا پر تو ہے۔ بعض اہل علم نے تو اس حدیث مبارکہ کو بھی اسی معنی و مفہوم پر محمول کیا ہے۔

"إِذَا قَاتَلَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ، فَلْيَجْتَنِبِ الْوُجْهَ، فَإِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ"<sup>30</sup>

"جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو مارے تو چہرے سے اجتناب کرے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا ہے۔"

حیات انسانی کے تین اہم حقائق:

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں حیات انسانی سے متعلق تین بہت اہم حقائق بیان فرمائے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے۔  
 "وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ"<sup>31</sup>

"وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا تم میں سے بعض کو بعض کے مقابلے میں زیادہ بلند درجے دیے تاکہ تمہیں جو کچھ دیا ہے اس میں تمہیں آزمائے۔"

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے تین حقائق منکشف کئے ہیں۔

1۔ تمام انسانوں کی زمین میں حیثیت اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی ملکیت میں سے کثیر اشیاء پر انسان کو امین بنایا ہے۔ اور ان پر ہر طرح سے تصرف کے اختیارات دیئے ہیں۔ یعنی انسان امین ہے اور ہر وہ چیز جس میں تصرف کا اختیار اسے حاصل ہے وہ امانت الہی ہے جس کے بارے میں قیامت کے دن اس سے باز پرس ہوگی۔

2۔ ان انسانوں میں فرق مراتب بھی اللہ ہی نے رکھا ہے۔ کسی کی امانت کا دائرہ کار وسیع کر دیا اور کسی کا دائرہ کار محدود کر دیا، کسی کو اختیارات زیادہ چیزوں پر دیے ہیں اور کسی کو کم پر عطا کئے، کسی میں صلاحیت زیادہ رکھی کسی میں کم حتیٰ کہ انسانوں میں سے بھی بعض کو ایک دوسرے کی امانت میں سونپ دیا۔ اللہ کی اس تقسیم پر راضی رہنا ہی انسانیت کی معراج ہے۔ اللہ نے کوشش سے منع نہیں فرمایا۔ لیکن کوشش کے باوجود اگر آپ وہ سب کچھ حاصل نہیں کر پاتے جو آپ کی خواہش ہے تو پھر اللہ کی رضا سمجھ کر اس خوش دلی سے قبول کر لیا جائے۔

<sup>30</sup>Muslim bin hajjāj al-Qusherī, Al-Jami' al-Sahih, 4:2016.

<sup>31</sup>Al-An'am: 165.

3۔ ان سب کا حقیقی مقصد دراصل امتحان اور آزمائش ہے۔ پوری انسانی زندگی امتحانی مرکز ہے اور اللہ نے جس کو جو کچھ بھی دے رکھا ہے اسی میں اس کا امتحان مقصود ہے۔ کہ اس نے اللہ کی اس سوچنی ہوئی امانت میں تصرفات کیسے کیے؟ اسکی سوچنی ہوئی ذمہ داری کی حقیقت کو کس حد تک سمجھنے میں کامیاب ہوا؟ ادائے امانت کا حق کس حد تک ادا کیا اور اپنی قابلیت یا نااہلی کا ثبوت کیسے پیش کیا انسان کی حیات اخروی و دانی کا دار و مدار۔ اسی امتحان کے نتیجہ کی بنیاد پر ہو گا۔ (اللهم افلحنافی الدنيا والاخرة)

خلاصہ:

حاصل کلام یہ ہے کہ مخلوقات میں سے ایک ایسی مخلوق جو کہ بشر کے نام سے موسوم ہے، جسے انسان بھی کہا ہے، اگر احکاماتِ الہیہ کو بجا لانے کا صحیح حق ادا کرتا ہے، اللہ یومِ آخرت، تقدیر، الہامی کتب، ملائکہ پر ایمان بالغیب رکھتا ہے، ارکانِ اسلام کی پابندی کرتا ہے، حقوق و فرائض کا خیال رکھتا ہے، اپنی تخلیق کے مقصد کو سمجھتا، اور پورا بھی کرتا ہے، بحیثیت انسان اپنی خلافت و نیابت کی ذمہ داریوں کو نبھاتا ہے تو اللہ کی طرف سے اسے "أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ" <sup>32</sup> کی سند پکڑادی جاتی ہے۔ یعنی وہ قابلِ خلافت بھی ہے اور نیابت کا حقدار بھی ہے، قابلِ تکریم بھی ہے اور احسن تقویم بھی ہے، "أُولَئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ" <sup>33</sup> بھی ہے۔ لیکن اگر وہ ان ذمہ داریوں کو پورا نہیں کرتا، زندگی کو محض کھیل تماشہ سمجھ کر گزارتا ہے، ایمان بالغیب میں دراڑیں ہیں، اعمالِ صالحہ سے دور ہے اور نافرمانی کی زندگی گزار رہا ہے، تو پھر اسے قرآن میں "أُولَئِكَ كَانُوا لِنَعَامٍ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ" <sup>34</sup> کہا گیا ہے۔ پھر وہ اپنے منصبِ انسانیت سے گر جاتا ہے۔ وہ علین کی صف سے نکل جاتا ہے اور اسفل سافلین میں شامل ہو جاتا ہے۔ (اعاذنا اللہ منها) اور اگر انسان اپنی ذمہ داریوں کو حسب استطاعت انسانی پورا کرتا ہے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے "أَصْحَابُ الْمِیْمَنَةِ" <sup>35</sup> اور "أُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ" <sup>36</sup> جیسے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ یہی انسان اگر اپنی زندگی کی حقیقتوں کو سمجھ کر دل سے قبول کر لیتا ہے تو نہ صرف اُس کی اپنی زندگی آسان ہو جائے گی بلکہ اُس سے منسلک دیگر افراد بھی پر سکون زندگی گزاریں گے اور انسانی معاشرہ ایک مثالی معاشرہ بن سکتا ہے۔

<sup>32</sup> Al-Baqarah 2:5.

<sup>33</sup> Al-Mu'minun: 10,11.

<sup>34</sup> Al-A'raf: 179.

<sup>35</sup> Al-Waqi'ah: 8.

<sup>36</sup> Al-Waqi'ah: 10.